اصطلاح سیرت کی ترویج وتشکیل
ایک تجزیاتی مطالعہ

عطاالرحمٰن*

ABSTRACT:

This manuscript communicates the analytical study of promotion and formulation of word *Seerah*. The literal meaning of *Seerah* in the light of famous Arabic and Urdu dictionaries, its contextual meaning with reference to Holy Quran and Hadith are discussed in detail. Initially, the term was used for battles of Islam led by Prophet (PBUH). Later on the term was extended from *Jihad* to various matters of *Jihad* such as reconciliation, peace, refuge, the rebels, apostates and trade law with non-Muslims. Jurists used this term for international law of Islam. In the due course of time the word *Seerah* covered all aspects of Prophet's (PBUH) life. Later on the meaning of *Seerah* further extended and used for biographies of eminent historical personalities, like *Seerat-Al-Sahaba*, *Seerat-e-Noman* etc. The contrast of Hadith and *Seerah* and the difference between *Seerah* and history is also discussed in detail.

سیرت عربی زبان کالفظ ہےاوراس سے فعل سَارَ یَسِیرُ سیرًا و تِسْیَارًا وَ مَسِیْرًا وَ مَسِیْرَۃً و سِیْرَۃً۔ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مستعمل ہے۔السیرۃ اسی سَارَ یَسِیْرُ کا اسم ہے،سِیَرُ اس کی جمع ہے۔سیرت کے لغوی معنی چلنا، پھرنا، جانا،عمل کرنا،سفرکرنا،مشہورہونا،طریقہ و مذہب،سنت، حالت وہیئت،کردار،کہانی اورروش کے ہیں (۱)۔

سیرۃ کالفظ مسافت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہےجیسا کہ حدیث نبوی میں ذکر ہے۔ نُصِرْتُ بالرُّعب مَسِیْرَۃَ شھرٍ (۲) ۔ایک مہینے کی مسافت سے میرارعب دشمن پرڈالا گیا ہے۔

المنجد فی اللغۃ کے مطابق السیرۃ اسم من سَارَ، السنة والطريقة و المذهب والهيئته و سيرة الرجل صحيفة اعماله وكيفيته سلوكه بين الناس يقال هو حسن السيرة و منه قولهم من طابت سريرته حمدت سيرته (۳)۔

یعنی السیرۃ ساریسیر کا اسم ہے بمعنی سنت،طریقہ،مذہب اورہیئت ۔کسی شخص کی سیرت کا مطلب ہے اس شخص کے حالات زندگی اورلوگوں کے ساتھ برتاؤ کی کیفیت،کہاجاتا ہے کہ فلاں اچھے چال چلن کا حامل ہےاوراسی سے عرب کا یہ

* ڈاکٹر،اسسٹنٹ پروفیسر،شعبۂ مطالعۂ اسلام،جامعہ مالاکنڈ،چکدرہ،دِیر

برقی پتا: ataurrahman3003@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲۸؍اپریل۲۰۱۴ء

قول ہے: جس کا باطن پاکیزہ ہوتا ہے اس کا کردار قابل ستائش ہوتا ہے۔

محمد مرتضیٰ الزبیدی (م ۱۲۰۵ھ) کے نزدیک السیرۃ کے معنی طریقہ کے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے سار الوالی فی الرعیہ سیرۃً حسنۃً بادشاہ اپنی رعایا میں اچھے طریقے اور اچھے چال چلن کے ساتھ مشہور ہوا کسی شخص کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے ھو حسن السیرۃ، وہ اچھی عادات اور عمدہ کردار کا حامل ہے(۴)۔ فعل سَار جب السنۃ کے ساتھ استعمال ہو مثلاً کہیں سار السنۃ تو اس کے معنی ہوتے ہیں سَلَکَھاَ و عمل بھا وہ اس کے طریقے پر چلا اور عمل کیا۔ مشہور شاعر ابوالکبیر الھذلی کا شعر ہے: اول راضٍ سنۃ من یسیرھا. فلا تجز عن من سنتہ سرتھا۔

کسی طریقہ پر پہلا راضی ہونے والا شخص وہ ہے جو اس پر عمل کرے۔ وہ کام جو آپ نے خود کیا تھا ہمیں ترک کرنے کا مت کہو(۵)۔ اسی طرح جب عربی محاورہ میں کہتے ہیں: سرعنک جو در حقیقت مخفف ہے سر وَدَعْ عنك الشك والمراءَ چل شک اور جھگڑا چھوڑ اور درگزر کر۔ اسی طرح کہتے ہیں: استارَ بسیرتہ او بسنتہ جس کے معنی ہیں استنّ بھا واقتدی وسلك طریقتہ یعنی اس کے نقش قدم پر چلا اور اس نے اس کا طریقہ اپنایا خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا(۶)۔ چنانچہ کہا جاتا ہے فلان محمود السیرۃ و فلان مذموم السیرۃ فلاں اچھی عادات اور اچھے کردار کا حامل ہے اور فلاں بُری عادات اور برے کردار کا(۷)۔ اِس کے علاوہ سیرۃ کا لفظ راستہ، کلام یا مثل کا لوگوں میں مشہور ہونا اور اگلوں کی باتیں بیان کرنے کے معنوں میں بھی مستعمل ہے(۸)۔

قرآن کریم میں لفظ سیرت کا استعمال:

قرآن کریم نے لفظ سیرت کے استعمال میں انہی لغوی معنی کا اعتبار کیا ہے جو متعدد کتب لغت کی روشنی میں منقح کیا گیا۔ مثلاً قرآن کریم کبھی اس لفظ کو ہیئت یا شکل کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ میں کہا گیا ہے۔ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَ تَھَا الْاُ وْلٰی (۹)۔ ابھی پھیر دینگے اس کو پہلی ہیئت پر۔ کبھی قرآن مجید اس لفظ کو 'لے کر چلنے' کے معنوں میں استعمال کرتا ہے چنانچہ سورۃ قصص میں اِس طرح آیا ہے: فَلَمَّا قَضٰی مُوْسٰی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَھْلِہٖ (۱۰)۔ پھر جب پوری کر چکا موسیٰؑ وہ مدت اور لے کر چلا اپنے گھر والوں کو۔ یہاں اس لفظ "سَار" کے معنی چلنا، جانا، روانہ ہونا ہے۔

قرآن کریم کے متعدد دیگر مقامات میں بھی اس سے مراد ''چلنا پھرنا'' ہے۔ چنانچہ سورۃ محمدؐ میں اس طرح آیا ہے۔ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (۱۱)۔ کیا وہ پھرے نہیں زمین میں۔

سورۃ محمد کے علاوہ سورۃ یونس، سورۃ یوسف، سورۃ کہف، سورۃ حج، سورۃ روم، سورۃ فاطر اور سورۃ طور میں بھی آیا ہے(۱۲)۔

احادیث میں لفظ سیرت کا استعمال:

اس کے ساتھ ساتھ احادیث نبوی میں سیرت کا مادہ جن روایات میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ ابوقتادہؓ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں:سرنا مع النبیؐ لیلۃً...... الحدیث۔یعنی ہم نبی کریمؐ کے ساتھ ایک رات چل رہے تھے(۱۳)۔

۲۔ اسی طرح اسے فاصلہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔زر بن حبیش کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:ان اللّٰہ عزّ و جل جعل بالمغرب بابًا مسیرۃ عرضہ سبعون عاما للتوبۃ لا یغلق مالم تطلع الشمس من قبلہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لیے ایک دروازہ،جس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت سے ہے،مقرر کیا ہے اور یہ دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوجائے(۱۴)۔

۳۔ اسی طرح ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:قال بینما نحن نسیر مع رسولؐ اللّٰہ بالعرج ۔کہ مقام عرج میں ہم رسول اللہ کے ساتھ جارہے تھے(۱۵)۔

۴۔ انس بن مالکؓ کی روایت میں ذکر ہے: قال سار رسول اللّٰہؐ الی خیبر کہ جب رسول اللہﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے (۱۶)۔

۵۔ امام احمد بن حنبلؒ نقل فرماتے ہیں: قام علیؓ علی المنبر فذکر رسول اللّٰہؐ فقال قبض رسول اللّٰہؐ و استخلف ابو بکرؓ فعمل بعملہٖ و سار بسیرتہٖ حتی قبضہ اللّٰہ عز و جل علی ذالك، ثم استخلف عمرؓ علی ذالك فعمل بعملھا و سار بسیرتھما حتی قبضہ اللّٰہ عز و جل علی ذالك (۱۷)۔ حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپؓ نے رسول اللہؐ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب رسول اللہؐ وفات پاگئے تو آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے،ابوبکر صدیقؓ نے نبی کریمؐ جیسے کام کیے اور آپؐ کی سیرت (نقش قدم، طریقے اور روش) پر چلے۔یہاں تک کہ آپؓ بھی وفات پاگئے۔آپؓ کے بعد عمرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے۔حضرت عمرؓ نے ان دونوں جیسے کام کیے اور ان کی سیرت پر چلے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کرلیا۔

۶۔ عن ابی وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف کیف بایعتم عثمان و ترکتم علیاؓ؟ قال ما ذنبی قد بدأت بعلیؓ فقلت أبا یعك علی کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ و سیرۃ أبی بکرؓ و عمرؓ۔ قال: فقال: فیما استطعت، قال ثم عرضتھا علی عثمانؓ فقبلھا(۱۸)۔

حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ آپ لوگوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کی بیعت کیوں کی؟ اُنہوں نے کہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ میں کتابُ اللہ،سنتِ رسولؐ اللہ اور سیرتِ ابوبکرؓ وعمرؓ پر تمہاری بیعت کرتا ہوں،حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ میں حسب استطاعت ذمہ داری نبھاؤں گا پھر میں نے حضرت عثمانؓ سے یہی بات کی تو اُنہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔اوّل حدیث میں سرنا فعلِ ماضی سار سے تثنیہ وجمع متکلم کا صیغہ،حدیث سوم میں نَسیر فعل مضارع یسیر سے تثنیہ وجمع متکلم کا صیغہ، جبکہ حدیث چہارم میں سار فعلِ

ماضی کا صیغہ آیا ہے۔ ان تینوں مواضع میں یہ لفظ روانہ ہونے، جانے، چلنے اور سفر کرنے کے معنوں میں ہے۔حدیث دوم میں مسیرۃ مصدر بمعنی مسافت مستعمل ہے۔حدیث پنجم میں سار بسیرتہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں بمعنی طریقہ روش اور نقش قدم کے، جبکہ حدیث ششم میں سیرت أبی بکر (یعنی ابوبکر کا طریق کار اور طرز زندگی) کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے نعتیہ کلام وقصائد میں مادہ سیرت کا استعمال:

غزوہ احد کے موقع پر قریش کے مشہور شاعر ھبیرہ بن وہب المخزومی نے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی ہجو اور قریش مکہ کی توصیف میں لمبا چوڑا قصیدہ میدان احد میں کہا تھا۔تو اس کے جواب میں حضرت کعب بن مالکؓ (المتوفی ۵۰ھ) نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے ایک فصیح وبلیغ قصیدہ پیش کیا۔اس قصیدہ کے پہلے شعر میں سیر مصدر آیا ہے۔

ألاهل أتی غسان عنا وَ دونهم من الارضِ خرق سیره متنعنع (۱۹)۔

کیا غسان کو ہماری خبر پہنچ چکی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان وسیع وعریض چٹیل میدان ہیں اور ان میں سفر کرنا (جانا،عبور کرنا) باعث اضطراب ہے۔اسی قصیدے کے ایک اور شعر میں لفظِ سرنا، سارَ فعلِ ماضی سے تثنیہ وجمع متکلم کا صیغہ آیا ہے۔

فسِرنا إلیهم جهرةً فی رحالهم ضحیاً علینا البیض لا نتخشع (۲۰)۔

ہم برملا چلے ان کے خیموں میں چاشت کے وقت ہماری تلواریں چمک رہی تھیں اور ہم خوف زدہ نہیں تھے۔

حضرت کعبؓ بن مالک کے ایک اور شعر میں سیرت مصدر کا صیغہ مستعمل ہے۔

الحق منطقه والعدل سیرة فمن یجبه الیه ینج من تیب(۲۱)۔

ان کی بات حق ہے اور ان کی سیرت عدل ہے جس نے ان کی پیروی کی ہلاکت سے نجات پائی۔

حضرت حسانؓ بن ثابت نے فتح مکہ کے موقع پر جو اشعار کہے تھے ان میں سے ایک شعر میں سَیَّرتُ، فعل ماضی سَارَ سے واحد متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

وقال الله قد سیرت جنداً هم الانصار عرضتها اللقاء(۲۲)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایک لشکر روانہ کیا ہے وہ انصار ہیں ان کی سرشت جنگ ہے۔

سیرت نبوی کی اصطلاح کا تعارف وترویج:

تعارف: سیرت کے لغوی معنی میں کافی وسعت ہے جیسے کہ پہلے اس لفظ کی لغوی تحقیق میں بیان ہوا۔لیکن اصطلاح میں اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق وعادات کا بیان ہے (۲۳)۔سیرت کی تعریف کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں: ''آنچه متعلق بود پیغمبر ما ﷺ و صحابه کرام رضی و ان عظام است و از ابتدائے تولد آنجناب تا غایت وفات آں را سیرت گویند''۔(۲۴)

جو کچھ ہمارے پیغمبر ﷺ، حضرات صحابہؓ اور آں عظام کے مبارک وجود کے ساتھ متعلق ہو اور آنجناب کی پیدائش سے

وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہو، اسے سیرت کہتے ہیں۔

اس سے قبل سیرت کے لغوی معنی میں بیان ہو چکا ہے کہ سیر کے معنی چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے ہیں اسی مناسبت سے یہ لفظ پہلے پہل جہاد و مغازی کے لیے استعمال ہوا کیونکہ جہاد وغزوات میں سَیر یعنی جانا اور سفر کرنا ہوتا ہے۔ میدان جنگ کی طرف چل کر جانے سے جہاد و مغازی کی ابتدا ہوتی ہے اس لیے مغازی کو سیر کہتے ہیں(۲۵)۔

اسی لیے اسلامی غزوات اور جنگوں کے بیان میں جو اولین کتابیں لکھی گئی تھیں انہیں کتاب المغازی یا کتاب السیر (سیرت کی جمع) کا نام دیا جاتا تھا۔ محمد بن مسلم شہاب الزہری (المتوفی ۱۲۴ھ)، محمد بن اسحٰق (المتوفی ۱۵۱ھ) اور معمر بن راشد الازدی (المتوفی ۱۵۰ھ) کی کتاب المغازی اور بعد کے دور میں محمد بن عمر الواقدی (المتوفی ۲۰۷ھ) کی کتاب المغازی سیرت کی ایسی ہی چند کتابیں ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے غزوات کا تفصیلی بیان ہے۔ الغرض ابتدا میں سیرت کا اطلاق زیادہ تر مغازی اور اس کے متعلقہ امور پر ہوتا تھا۔ المغرب میں ہے ''انها غلبت فی الشرع علی امور المغازی و ما یتعلق بها''(۲۶)۔ یہ لفظ زیادہ تر مغازی اور اس سے متعلقہ امور کے بارے میں استعمال ہوتا تھا اس کے بعد اس لفظ کے معنی میں وسعت پیدا ہوئی اور اس کے مفہوم میں جہاد اور مغازی کے علاوہ امام وقت کا غازیوں، اسلامی فوج اور دشمن کی فوج کے ساتھ مختلف سلوک اور ان سے مختلف معاملات مثلاً صلح، امن اور تجارت کے احکام وقوانین اور اس سلسلہ کے دیگر جزئیات داخل ہو گئے۔ شیخ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) ''مجمع بحار الانوار'' میں کتاب السیر کی ابتدا ان الفاظ سے کرتے ہیں ''کتاب السیر جمع سیرة بمعنی الطریقة لان الاحکام المذکورة فیها متعلقاة من سیر رسول اللہ ﷺ فی غزواته''(۲۷)۔ لفظ سیر، سیرۃ کی جمع ہے جو کہ طریقہ کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ اس میں مذکور احکام رسول اللہ ﷺ کے ان حالات سے ماخوذ ہوتے ہیں جو غزوات میں پیش آئے۔

کشاف اصطلاحات الفنون کے مطابق اصل میں سیر بمعنی چلنا اور جانا تھا اس سے ہیئت اور طریقہ کی طرف معنی منتقل ہوا، پھر شرع میں اس پر خاص معنی غالب آ گئے۔ یعنی طریقة المسلمین فی المعاملة مع الکافرین والباغین وغیرهم من المستأمنین والمرتدین واهل الذمه(۲۸)۔ یعنی مسلمانوں کا کافروں، باغیوں، پناہ لینے والوں، مرتدوں اور ذمیوں وغیرہ کے ساتھ سلوک وتعلق۔

سیرت کے مفہوم میں یہ مذکورہ عموم فقہاء نے کی بلکہ انہوں نے اس میں مزید توسیع کر کے اسلام کے بین الاقوامی قانون (International Law of Islam) کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد محمد بن حسنؒ بن فرقد شیبانی کوفی (المتوفی ۱۸۹ھ) نے کتاب السیر الصغیر اور السیر الکبیر اسی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی(۲۹)۔

زمانہ مابعد میں سیرت کا لفظ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کو شامل ہوا۔ شبلی نعمانی (۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں:

تیسری صدی تک جو کتابیں سیرت کے نام سے مشہور ہیں مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن عائذ، سیرت اموی

وغیرہ ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں البتہ زمانہ مابعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی اس میں داخل کرلی گئیں مثلاً مواہب اللدنیہ میں غزوات کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے (۳۰)۔

سیرت کی اولین کتابیں چونکہ مغازی کہلاتی تھیں اس لیے سیرت کے معانی میں خصوصیت سے نبی کریم ﷺ کے مغازی کا بیان اور بعدازاں آپؐ کی زندگی کے حالات کا بیان شامل ہوگیا (۳۱)۔

مشہور جرمن مستشرق جوزف ھوروِٹس (Joseph Horovitz) لکھتے ہیں: مغازی ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں حضور بنفس نفیس شریک ہوئے۔اس اعتبار سے مغازی کا دائرہ غزوات رسولؐ تک محدود رہنا چاہئے تھا۔لیکن اس اصطلاح کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اور عہد رسالت کے سارے واقعات پر کیا جانے لگا (۳۲)۔یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نبی کریم ﷺ کے غزوات کو کبھی مغازی اور کبھی سیرت سے موسوم کرتے ہیں۔چنانچہ ابن اسحٰقؒ (۱۵۱ھ) کی کتاب کو مغازی بھی کہتے ہیں اور سیرت بھی۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری کی کتاب المغازی میں یہ دونوں نام ایک ہی کتاب کے لیے استعمال کرتے ہیں (۳۳)۔

بعض محدثین نے مخصوص مضامین سیرت کو شمائل وخصائل کے نام سے ترتیب دیا جن میں نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک، معمولات، عادات وخصائل اور کریمانہ اخلاق کی حدتک سیرت کے مضامین کو مخصوص کردیا۔یوں تو کتب احادیث میں بھی شمائلِ نبوی کا ذکرہوتا ہے مثلاً صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں شمائل کا جداگانہ باب موجود ہے۔اسی طرح مسانید، معاجم اور مؤطات میں بھی سیرت رسول اللہ کے اس خاص پہلو سے متعلق احادیث موجود ہیں (۳۴)۔لیکن بعض کتابوں میں صرف شمائل کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔چنانچہ امام ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ) کی کتاب الشمائل اس فن کی سب سے پہلی اور مشہور تالیف ہے۔

بعد کے ادوار میں سیرت کے مفہوم میں مزید توسیع ہوئی اور یہ کسی اہم تاریخی ہستی کے کارناموں اور اس کے سوانح کے لیے استعمال ہونے لگا جس میں اس ہستی کے ذاتی حالات، اس کے عادات وخصائل، اس کا معاشرتی، معاشی، علمی یا سیاسی مقام، اس کی تعلیمات کے مثبت اثرات اور ان کے نتیجہ میں ظہور پذیر معاشی، معاشرتی یا سیاسی تبدیلیاں وغیرہ جملہ امور پر روشنی ڈالی جانے لگی۔شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی یا سیرۃ النعمان، حبیب الرحمٰن شیروانی کی سیرت ابوبکر صدیقؓ، قاضی سراج الدین احمد کی سیرت فاروق، سید سلیمان ندوی کی سیرت عائشہؓ عبدالسلام ندوی کی سیرت عمر بن عبدالعزیز، شاہ معین الدین احمد ندوی کی سیر الصحابہؓ، سعید انصاری کی سیر الصحابیات، قاضی اطہر مبارک پوری کی سیرت ائمہ اربعہ اور طالب ہاشمی کی سیرت سعد بن ابی وقاص اس کی چند مثالیں ہیں (۳۵)۔

حدیث اور سیرت:

سیرت کے ساتھ ایک متعلق لفظ حدیث ہے۔حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں اور اسے قدیم کے بالمقابل استعمال کیا جاتا ہے۔اس مادے کے مختلف مشتقات میں جدید ہونے کا تصور شامل رہتا ہے (۳۶)۔حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول

ہے: شریعت میں حدیث سے مراد وہ کلام ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی جاتی ہے۔ گویا اس سے مراد قرآن کے مقابل ہے کیونکہ قرآن قدیم ہے(۳۷)۔ حدیث کی اصطلاح قرآن مجید سے ماخوذ ہے چنانچہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۹۴۹ء) لکھتے ہیں: ان اطلاق الحدیث علی ما یضاف النبی ﷺ مقتبسٌ من قولہ تعالیٰ و اما بنعمة ربك فحدث (۳۸)۔ حدیث کا اطلاق کرنا اس بات پر جو نبی کریم ﷺ سے منسوب کر کے کہی جائے اللہ تعالیٰ کے اس قول: و اما بنعمة ربك فحدث (۳۹) سے ماخوذ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لیے خود پسند فرمایا تاکہ آپ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: قیامت کے روز آپ کی شفاعت کے لحاظ سے سب انسانوں میں زیادہ خوش نصیب کون ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: اے ابوھریرہ میرا خیال تھا کہ تم سے پہلے اس حدیث کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرے گا کیونکہ حدیث کے متعلق تمہاری بہت زیادہ دلچسپی میں دیکھا کرتا تھا، قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ خلوصِ دل سے کہا ہوگا۔(۴۰)

علماء حدیث نے حدیث کی تعریف یوں کی ہے: قولٌ او فعلٌ او تقریرٌ نسبَ الی النبی ﷺ (۴۱)۔ ہر وہ قول، فعل یا تقریر جو آپؐ سے منسوب ہو (۴۲)۔

سیرت اور حدیث کے باہمی رشتہ کے متعلق شبلی نعمانیؒ ''سیرۃ النبیؐ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ سیرت، فن حدیث ہی کی ایک خاص قسم کا نام ہے یعنی احادیث میں سے وہ واقعات الگ لکھ دیئے گئے جو آنحضرت ﷺ کے اخلاق و عادات سے متعلق تھے تو سیرت بن گئی (۴۳)۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ فن سیرت اور فن حدیث میں موضوع اور طریق کار کی مماثلت کے باوجود فرق موجود ہے۔ حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری اُصح السیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں۔ (۱) رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ (۲) رسول اللہ ﷺ نے کیا کام کیا؟ (۳) رسول اللہ ﷺ کے سامنے یا رسول اللہ ﷺ کے وقت میں کیا کیا گیا؟ اصحاب سیرت بھی انہی تین امور کو جمع کرتے ہیں اس لیے اصل کام دونوں کا ایک ہے مگر باوجود اس کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام و مسائل کو جاننا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے جبکہ اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے واقفیت فراہم کرنا ہوتا ہے اور احکام و مسائل سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے۔ نیز محدثین رواۃ کی ثقاہت، عدل، تقویٰ اور دیانت کی کمی اور زیادتی کی بنا پر روایتوں میں اختلاف کے وقت مقبول روایتوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اصحاب سیرت حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں (۴۴)۔ اس کے علاوہ محدثین بعثت نبویؐ سے قبل کے حالات کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اہمیت بعد از بعثت کے حالات کو دیتے ہیں جب کہ سیرت نگار دونوں کو یکساں اہمیت دیتے ہیں۔

سیرت اور تاریخ:

سیرت اور حدیث کے علاوہ یہاں لفظ تاریخ کی تعریف اور تشریح بھی ایک متعلق موضوع ہے۔تاریخ کے لغوی معنی ہیں وقت کا بیان کرنا،تاریخ نکالنا یا کسی چیز کے واقع ہونے کا وقت،علم التاریخ ایسا علم جس میں حوادث و واقعات مع تاریخ کے بیان کیے جائیں(۴۵)۔انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار تاریخ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:''اسے دومفاہیم میں استعمال کیا جاتا ہے کبھی تو اسکا مفہوم وقائع کا بیان ہوتا ہے اور کبھی بذات خود واقعات کو تاریخ کا نام دیا جاتا ہے''۔(۴۶)

ظہورِ اسلام کے بعد قرآن مجید نے خاص طور پر اقوام ماضیہ کی تاریخ کی طرف توجہ دلائی اور اس ضمن میں کئی اقوام کے عروج وزوال کے قصے بیان کیے۔سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کا تذکرہ ہے۔ ہر نبی اور اس کی امت کے ذکر کے بعد ان فی ذالك لاية (۴۷)۔(یقیناً اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے) کے الفاظ سات مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔قرآنی آیات کی روشنی میں تاریخ کو ایام اللہ کہا جاتا ہے قرآن کریم نے متعدد مقامات پر مختلف تعبیرات سے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے اس ضمن میں چند آیات کریمہ درجہ ذیل ہیں:

لقد کان فی قصصهم عبرةٌ لاولی الالباب (۴۸)۔ان (انبیاء کرام وامم سابقین) کے واقعات میں سمجھدار لوگوں کے لیے عبرت ہے۔

وکلاً نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك وجآئك فی هٰذهِ الحق و موعظةٌ و ذکرٰی للمؤ منین (۴۹)۔اور ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے قصے آپؐ سے بیان کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپؐ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جو خود بھی راست ہے اور مسلمانوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی ہے۔

افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم (۵۰)۔تو کیا یہ لوگ ملک میں کہیں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) گزرے ہیں۔

فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین (۵۱)۔تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ آخر انجام تکذیب والوں کا کیسا ہوا۔

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم وکانوا اشد منهم قوة (۵۲)۔اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔

یہ ارشادات اس لیے بیان ہوئے ہیں کہ مسلمانان عالم سابقہ اقوام کے عروج وزوال کے اسباب کا مطالعہ کرکے

مستقبل کے لیے لائحہ عمل بنا سکیں۔ان قرآنی آیات کے مسلمانوں کے ذہن پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔چنانچہ ابتداء ہی سے مسلمان ،تاریخ اقوام کے بارے میں جاننے کی طرف متوجہ ہوئے۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے:''عربی زبان میں علمی تاریخ نویسی کی ابتدا نبی کریمﷺ کی سیرت اور سرگرمیوں کے مطالعے سے وابستہ ہے۔اسی لیے اس علم کے منابع کا پتہ احادیث نبوی کے مجموعوں میں ملتا ہے اور بالخصوص اس کا تعلق ان حدیثوں سے ہے جو آنحضرتﷺ کے غزوات سے متعلق ہیں چنانچہ ایک عام اصطلاح مغازی (فوجی مہمیں) مروج ہوگئی جو ابتدائی زمانے کی کتب سیرت کے لیے استعمال ہونے لگی۔چونکہ علم المغازی کا ارتباط علم حدیث سے تھا اس لیے تاریخ نویسی کے اسلوب تالیف پر اسناد کے استعمال کی وجہ سے گہرا اثر پڑا'' (۵۳)۔

الغرض اگرچہ عربوں کی تاریخ اور فن سیرت ایک دوسرے سے الگ ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض امور (مثلاً خبر مع سند) میں باہم مربوط ومماثل نظر آتے ہیں۔

مراجع وحواشی

(۱) ابن منظور افریقی (۱۹۶۸ء) ،لسان العرب، ج۴، مادہ سیرۃ ،بیروت : دار صادر، ص ۳۸۹۔۳۹۰ وعبدالحفیظ بلیاوی ۱۹۵۰ء، مصباح اللغات جدید، مادہ سیر، کراچی : قدیمی کتب خانہ، ص۴۱۰۔۴۱۱، وار دو دائرہ معارف اسلامیہ (۱۹۷۵ء)، ج۱۱، مادہ سیرت، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ص ۵۰۵

(۲) ابن الاثیر (س۔ن)، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ج ۲، ایران: قم ،ص۴۳۴

(۳) لوئس معلوف (۱۹۸۵ء)، المنجد فی اللغۃ ،مادہ سیرۃ ،بیروت :دار العلم للملائین ،ص ۳۷۸

(۴) الزبیدی، محمد مرتضی، (۱۳۶۶ھ)، تاج العروس، ج ۳، مادہ سیرۃ مصر: مکتبہ الخیریہ ص ۲۸۷۔۲۸۸

(۵) البستانی، عبداللہ، البستان المعجم اللغوی، ج۱، مادہ سیرۃ، بیروت: دار الکتب، ص ۱۱۷۴

(۶) انیس، ابراہیم، ڈاکٹر ودیگر، (۱۴۰۸ھ) معجم الوسیط، مادہ سیرۃ، ایران: مکتبہ نشر الثقافۃ الاسلامیہ ،ص ۴۶۷

(۷) الجرجانی، التعریفات، مادہ سیرۃ، بیروت: دار الکتب العلمیہ ،ص۱۶۳

(۸) لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ ،مادہ سیرۃ ص ۳۷۸ والبستانی، بطرس (۱۸۸۲ء)، دائرۃ المعارف، ج ۱۰، مادہ سیرۃ ،بیروت ،ص ۳۰۹

(۹) طٰہٰ :۲۱ (۱۰) قصص: ۲۹ (۱۱) محمد: ۱۰

(۱۲) مزید دیکھیں: سورۃ یونس:۲۲،سورۃ یوسف :۱۰۹، سورۃ کہف: ۴۷،سورۃ حج: ۴۶،سورۃ روم: ۹،سورۃ فاطر: ۴۴،سورۃ طور: ۱۰

(۱۳) بخاری، امام (س۔ن) صحیح بخاری، ج۱، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الاذان بعد ذہاب الوقت، بیروت: المکتبۃ الثقافۃ، ص ۲۴۴

(۱۴) احمد، امام (۱۹۹۴ء)، مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، رقم الحدیث ۱۲۰۳۶، بیروت : دار احیاء التراث العربی، ص ۴۰۱ والترمزی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ج ۴، رقم الحدیث ۲۳۸۵، بیروت :دار عمران، ص ۵۹۵

(۱۵) احمد، امام (۱۹۹۴ء)، مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، رقم الحدیث ۱۱۰۷۲، ومسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج ۷، رقم الحدیث ۲۲۵۹، بیروت: دار الجیل ،ص ۱۵۰

(۱۶) احمد، امام، مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، رقم الحدیث ،۱۷۱۳۱، ص ۲۰۶ و بخاری، امام، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۵۸، والترمزی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، ج ۴، رقم الحدیث ۱۵۵۰ ص ۱۲۱

(۱۷) احمد، امام، مسند امام احمد، ج ۱، رقم الحدیث ۱۵۸۰ ص ۲۰۶ (۱۸) احمد، امام، مسند امام احمد، ج ۱، رقم الحدیث ۵۵۸ ،ص ۱۲۰

(۱۹) ابن کثیر، حافظ (۱۹۹۷ء)، البدایہ والنہایہ، ج ۳، بیروت: مکتبہ دار الفکر، ص ۱۹۰ (۲۰) ایضاً ص ۱۹۱

(۲۱) ابوالفتح، ڈاکٹر محمد صفیر الدین (۱۹۷۹ء)، ماہنامہ اظہار کراچی، سیرت نمبر، شمارہ فروری، ص ۱۴

(۲۲) ابن کثیر، حافظ (۱۹۹۷ء)، بحوالہ بالا، ج ۳ ص ۵۱۰ (۲۳) اردو انسائیکلوپیڈیا، مادہ سیرت، ص ۹۴۴

(۲۴) دہلوی، شاہ عبدالعزیز (س۔ن)، عجالہ نافعہ، دہلی: مطبع مجتبائی، ص ۱۸

(۲۵) تھانوی، محمد اعلیٰ فاروقی (۱۹۹۸ء)، کشاف اصطلاحات الفنون، تحقیق احمد حسن بسج، ج ۲، بیروت: دار الکتب العلمیہ ،ص ۳۶۵

(۲۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بحوالہ بالا ص ۵۰۶ (۲۷) پٹنی، محمد طاہر (۱۲۸۳ھ)، مجمع بحار الانوار، ج ۲ لکھنو: مطبع نولکشور، ص ۱۶۵

(۲۸) تھانوی، محمد اعلیٰ فاروقی (۱۹۹۸ء)، بحوالہ بالا ص ۳۶۵

(۲۹) واسطی، مجبوب حسن، سید (۱۹۹۹ء)، سیرت کیا ہے؟ ششماہی السیرۃ العالمی، کراچی، شمارہ: ۱ ص ۲۴

(۳۰) نعمانی شبلی (۱۹۹۱ء)، سیرۃ النبی، ج ۱ مقدمہ ذیل حاشیہ، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ص ۲۳

(۳۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بحوالہ بالا ص ۵۰۵

(۳۲) جوزف ہورووِتس (۱۹۸۲ء)، سیرت النبی کی ابتدائی کتابیں اور ان کے مؤلفین، مترجم: نثار احمد فاروقی، درنقوش رسول نمبر، ج ۱ ش ۱۳۰ ص ۲۲۷

(۳۳) عسقلانی، ابن حجر، حافظ (۱۳۱۰ھ)، فتح الباری، ج ۷، مصر: المطبعۃ الکبریٰ المنیر یہ، ص ۲۱۷

(۳۴) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن (۱۹۷۶ء)، الخصائص الکبریٰ، ج ۱، اردو ترجمہ غلام معین الدین نعیمی، کراچی: مدینہ پبلشنگ، ص ز دیباچہ)

(۳۵) واسطی، مجبوب حسن، سید (۱۹۹۹ء)، بحوالہ بالا (۳۶) ابن منظور افریقی (۱۹۶۸ء)، ج ۲، مادہ حدیث، بحوالہ بالا، ص ۱۳۱

(۳۷) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن (۱۳۷۵ھ)، تدریب الراوی، ج ۱ مصر: دار الکتب الحدیثہ، ص ۲۳

(۳۸) عثمانی، شبیر احمد (س۔ن)، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، ج ۱، مقدمہ، دیوبند: ادارہ شرکت علمیہ (۳۹) الضحیٰ: ۱۱

(۴۰) بخاری، امام، صحیح بخاری، ج ۸، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ،ص ۲۱۰۔۲۱۱ واحمد، امام، مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، رقم الحدیث ۱۲۶۴۱، ص ۶۶ (۴۱) الصالح، صبحی (۱۳۷۹ھ)، علوم الحدیث ومصطلحہ، دمشق: المطبعۃ الجامعۃ، ص ۱۱۳

(۴۲) قول سے مراد نبی کریم ﷺ کا کلام ہے۔ فعل سے مراد آپؐ کی وہ عملی تعلیم ہے جو صحابہ کرامؓ کو دی۔ آپؐ کی زندگی کے معمولات، عبادت کے طریقے معاشرتی وسماجی تعلقات، اخلاق وکردار سب فعل میں داخل ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے سامنے کسی شخص نے کوئی کام کیا یا آپؐ کو اس کی اطلاع دی گئی اور آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ خاموش رہے اس وقت آپؐ کی خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی کیونکہ رسول اللہؐ سے یہ متصور نہیں کہ آپؐ کسی منکر کو دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ کریں بلکہ خاموش رہیں۔ کیونکہ نبی کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے وہ کسی بھی نامناسب امر پر ضرور تنبیہ کرتا ہے۔

(۴۳) نعمانی شبلی (۱۹۹۱ء)، بحوالہ بالا ص ۲۳

(۴۴) داناپوری، عبدالرؤف، حکیم ابوالبرکات (س۔ن)، اصح السیر فی ہدی خیر البشر ﷺ، کراچی: قرآن محل اردو بازار، مقدمہ، ص ۸

(۴۵) انیس، ابراہیم، ڈاکٹر ودیگر، (۱۴۰۸ھ)، بحوالہ بالا، مادہ ارخ، ص ۱۳ وعبدالحفیظ بلیاوی (۱۹۵۰ء)، بحوالہ بالا، مادہ ارخ، ص ۳۱

(۴۶) Encyclopedia Britannica, Vol:11, Article History, p.529

(۴۷) الشعراء: ۶۷ (۴۸) یوسف: ۱۱۱ (۴۹) ھود: ۱۲۰ (۵۰) یوسف: ۱۰۹

(۵۱) آلِ عمران: ۱۳۷ (۵۲) الفاطر: ۴۴ (۵۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶، مقالہ تاریخ، بحوالہ بالا ص ۴۹